مستقبل سنوارنے کی کوشش کرو

(فرمودہ ۱۹- اپریل ۱۹۳۷ء)

۱۹- اپریل ۱۹۳۷ء کو بعد نماز مغرب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مسجد مبارک میں محمد عبدالسلام صاحب بی اے پسر مولوی محمد عبدالسبحان صاحب انسپکٹر (بنگال) کا نکاح مسلمہ خاتون بنت خان بہادر چوہدری ابوالہاشم خان صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر آف سکولز سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔[1]

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

انسانی اعمال کے لیے حصے دو ہی ہوتے ہیں ایک اس کا ماضی اور ایک مستقبل۔ حال ایک ایسی خیالی چیز کا نام ہے جس کی تعیین کرنا انسانی طاقت کے لئے بالکل ناممکن ہے۔ مثلاً جب ایک شخص کہتا ہے کہ میں یہ کام کررہا ہوں تو جس وقت اس کا یہ فقرہ ختم ہوتا ہے اور نحویوں کے نزدیک اس کے کچھ معنے بنتے ہیں اس وقت اس فقرے کا مفہوم بے معنی ہوچکا ہوتا ہے۔ کیونکہ گو یہ فقرہ کہ میں کام کررہا ہوں حال پر دلالت کرتا ہے لیکن وہ "ہوں" کے نون کے ختم ہونے کے ساتھ ہی ماضی ہوچکا ہوتا ہے۔ پس جب اس شخص کا کلام بامعنی بنتا ہے اس کا مفہوم بے معنے ہوجاتا ہے گویا حال بالکل ایک غیر متعین شئے ہے جو چیز انسان کے ساتھ تعلق رکھتی ہے وہ اس کا ماضی اور مستقبل ہے مگر ماضی وہ ہے جو اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور اس کی درستی اس کے اختیار میں نہیں۔ حال کی کوئی تعیین نہیں کہ اس پر قبضہ کیا جاسکے۔ گویا ماضی وہ پرندہ ہے جو اڑ چکا ہے اسے پکڑا نہیں جاسکتا اور حال ایک ایسا ہوائی قلعہ ہے جس پر قبضہ نہیں کیا جاسکتا۔

اب صرف مستقبل ہی رہ جاتا ہے لیکن سب سے کم خیال انسان مستقبل کے لئے کرتا ہے اور اپنے تمام اعمال کو ماضی کے لئے وقف کر دیتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ میرے باپ دادے اور میرے آباء واجداد یوں کیا کرتے تھے مجھے بھی ایسا ہی کرنا چاہئے تاکہ ان کی شہرت بڑھے گویا وہ اپنے آباء واجداد کی شہرت کو خواہ وہ بری ہو یا بھلی اور زیادہ بڑھانے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ مسلمان ہے تو اس لئے کہ اس کے ماں باپ مسلمان تھے، اگر ہندو ہے تو اس لئے کہ اس کے ماں باپ ہندو تھے، اگر عیسائی ہے تو اس لئے کہ اس کے ماں باپ عیسائی تھے، وہ نماز اس لئے پڑھتا ہے کہ اس کے باپ دادے نماز پڑھا کرتے تھے، گرجے میں اس لئے جاتا ہے کہ اس کے باپ دادے گرجے میں جایا کرتے تھے، مندر میں اس لئے جاتا ہے کہ اس کے باپ دادے مندر میں جایا کرتے تھے غرض وہ جو کچھ بھی کرتا ہے سب ماضی کی خاطر کرتا ہے اور اس کے عمل کی بنیاد کسی ایسی حقیقت پر نہیں ہوتی جو مستقبل میں اس کو مل سکے۔ اور ظاہر ہے کہ انسان جس کی خاطر کوئی کام کرتا ہے گویا اس کے پاس ایک امانت رکھتا ہے۔ مثلاً جب کوئی شخص زید کی نوکری کرتا ہے تو اس کی مزدوری زید کے پاس جمع ہوتی ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے آباء واجداد کے لئے کام کرتا ہے تو گویا وہ اپنی مزدوری اپنے آباء واجداد کے پاس رکھتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ مَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ [۲] یعنی جو شخص اللہ اور رسول کے لئے نیکی کرتا ہے (ہجرت سے مراد نیکی بھی ہے) تو اس کا فعل اللہ اور رسول کی طرف جاتا ہے۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ انسان جاتا تو اللہ کی طرف ہے مگر امانت یورپ کے کسی شہر کے بنک میں جمع کرا دے۔ اگر کوئی احمق جاپان کو جاتا ہوا اپنی ہنڈیاں یورپ کے بنکوں میں جمع کرائے گا تو سنگاپور اور ہانگ کانگ پہنچ کر اسے معلوم ہوگا کہ اسے روپیہ نہیں مل سکتا۔ پس عقلمند انسان ہنڈیاں ان شہروں کے بنکوں کی لیتا ہے جو اس کے سفر کے راستہ میں آتے ہیں لیکن ہم انسانی اعمال کی طرف جب دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر انسان کو مستقبل کا کوئی فکر ہی نہیں وہ ماضی کی طرف خیال لگائے بیٹھا ہے۔ گویا وہ ان بینکوں میں روپیہ جمع کراتا ہے جو دیوالیہ ہو چکے ہیں اور جن کے دروازے بند ہو چکے ہیں مگر ان بینکوں کو بھول جاتا ہے جن کی شاخیں اگلے سفر میں کام آسکتی ہیں ایسے لوگوں سے زیادہ کون بیوقوف ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کی مثال پر ایک بچہ بھی ہنس دے گا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک عقلمند کے افعال میں ایسی بیوقوفی کی بے شمار مثالیں پائی جاتی ہیں کہ وہ ماضی کی فکر

میں لگا رہتا ہے اور مستقبل کو نظرانداز کر دیتا ہے۔ حالانکہ واپس وہ جا نہیں سکتا اور آگے اس نے سامان بھیجا نہیں اب کون ہے جو اسے عقل مند کہے گا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ ۳؎ کی کیا عمدہ مثال دی ہے۔ فرماتے ہیں تم اپنے خزانے خدا کے پاس جمع کراؤ جہاں کیڑا نہیں لگتا۔ ۴؎ اس سے مراد یہی ہے کہ اس جگہ وہ ضائع نہیں جاتا۔ شاید الہامی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کو یہ بتایا گیا ہو اور اس کی قوم کے بینک اس کے سامنے لا کر کشفی طور پر دکھائے گئے ہوں کہ تمہاری قوم ایسے خزانے جاری کرے گی جن میں سونے اور چاندی کی بجائے کاغذ کے سکے ہوں گے جن کو کیڑا کھا سکتا ہے۔

غرض انسان کو چاہئے کہ وہ مستقبل کی فکر کرے۔ جنت کی ہر چیز جو ہے وہ سڑنے والی نہیں اس لئے فرمایا جَنّٰتِ عَدْنٍ ۵؎ یعنی وہاں جو چیز بھی ہے خواہ کتنی ہی نازک ہو سڑے گی نہیں۔ وہاں دودھ کی نہریں ہیں، پانی ہے، میوے ہیں لیکن ان میں سے کوئی چیز سڑنے والی نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ کی جو مثال دی ہے اس میں یہی بیان فرمایا ہے کہ اس سفر کی فکر کرو جو تمہارے آگے آنے والا ہے۔ ماضی پر تمہیں کوئی تصرف حاصل نہیں، ہاں آئندہ کا علاج کر سکتے ہو۔ اور حقیقت میں یہی معقول ترین طریق ہے جو شخص ماضی کی فکر کرتا ہے وہ ناکام رہتا ہے اور جو حال کی فکر میں پڑ جاتا ہے وہ بھی ناکام رہتا ہے۔ کامیاب ہونے والا شخص وہی ہوتا ہے جو مستقبل کی فکر کرتا ہے۔ جو لوگ ماضی کے پیچھے پڑ جاتے ہیں وہ ایک بے عقلی کی چیز میں لگ جاتے ہیں اور جو لوگ حال کے پیچھے لگ جاتے ہیں ان کی مثال اس انسان کی سی ہوتی ہے جو ایک ایسے کام کے پیچھے پڑا ہوا ہو کہ پیشتر اس کے کہ کام شروع کرے وہ ختم ہو جاتا ہے۔ جو شخص مستقبل کی فکر کرتا ہے وہ یقیناً ایسی چیز کے لئے کوشش کرتا ہے جو اس کے قابو میں آسکتی ہے اور حقیقت میں کسی چیز کی حفاظت کا یہی طریق ہے کہ آگے سے اس کا راستہ روک لیا جائے۔ پرانے زمانہ میں وقت سے فائدہ اٹھانے کی جو تصویر بنائی جاتی تھی اس میں یہ دکھایا جاتا تھا کہ ایک شخص آگے سے ہو کر اس کے ماتھے کے بال پکڑ لیتا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ وقت کو مستقبل سے ہی پکڑا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مؤمنوں کو چاہئے کہ وہ ہر کام کرتے وقت ماضی کی فکر چھوڑ دیں تاکہ ان کی کوشش اور سعی رائیگاں نہ جائے۔

مجھے یاد ہے کہ جب ملکانہ میں تبلیغ کا کام شروع کیا گیا تو اس وقت ارتداد کے باعث

مسلمانوں میں ایک شور برپا تھا لیکن وہ جہاں جاتے انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا اور ہر جگہ سے شکست نصیب ہوتی۔ میں نے جب تبلیغ کا کام شروع کیا تو پہلے ایک سروے کرایا اور چوہدری فتح محمد صاحب کو وہاں بھیجا کہ وہ حالات کا مطالعہ کرکے رپورٹ کریں کہ کس طریق سے مؤثر رنگ میں تبلیغ کی جاسکتی ہے۔ انہوں نے وہاں سے رپورٹ بھجوائی جس میں ایک معقول تجویز پیش کی گئی۔ انہوں نے لکھا کہ مسلمانوں کی ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ آریہ لوگ جن دیہات میں جاتے ہیں مسلمان بھی ان کے پیچھے پیچھے وہیں چلے جاتے ہیں لیکن چونکہ آریوں نے وہاں پہلے ہی لوگوں کو اپنے قابو میں کرکے مسلمانوں کے خلاف بھڑکا دیا ہوتا ہے اس لئے مسلمان جب وہاں جاتے ہیں تو وہ لوگ انہیں مار مار کر نکال دیتے ہیں اور ان کی بات تک سننا گوارا نہیں کرتے۔ چوہدری صاحب نے لکھا۔ ان کو اجازت دی جائے کہ جن علاقوں میں آریوں کا اثر قائم ہوچکا ہے ان کو بالکل چھوڑ دیا جائے اور درمیان میں کچھ فاصلہ رکھ کر ان علاقوں کی طرف توجہ کی جائے جہاں ابھی تک آریوں کا اثر قائم نہیں ہوا اور جہاں ابھی آریہ نہیں پہنچے تاکہ وہاں قبل اس کے کہ آریہ اپنا اثر جمانے کی کوشش کریں لوگوں کو پہلے سے ان کے خلاف پوری طرح تیار کرلیا جائے تاکہ آریہ وہاں پاؤں جما ہی نہ سکیں۔

یہ تجویز چونکہ نہایت معقول تھی اس لئے میں نے فوراً انہیں حکم بھیج دیا کہ اس پر عمل کیا جائے چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں دو قسم کے قلعے بن گئے ایک تو وہ قلعے تھے جن پر آریوں کا قبضہ تھا لیکن دوسرے قلعے ایسے تھے جو ہمارے آدمیوں کے قبضہ میں تھے وہاں کے لوگ آریوں کو اپنے گاؤں میں گھسنے نہ دیتے اور نہ ان کے فریب میں آتے۔ اس طریق سے آریوں کے راستے مسدود ہوگئے، اور ان کی ترقی رک گئی۔ لیکن اگر ہم بھی دوسرے مولویوں کی طرح آریوں کے پیچھے پیچھے جاکر تبلیغ کرتے تو ظاہر ہے کہ وہی شکست جو انہیں ملی ہمیں بھی نصیب ہوتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک گُر بتایا ہے کہ جس پر چل کر انسان نقصان نہیں اٹھاتا اور وہ گر یہ ہے کہ مستقبل کی فکر کرو۔

اگر ماضی کے خطرات کی طرف نگاہ دوڑاؤ گے تو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اور اگر تمہارا حال بھیانک ہے اور تم اس کی فکر میں لگ جاؤ گے تو وہ تمہاری ساری طاقتوں کو زائل کردے گا۔ چاہئے یہ کہ ماضی اور حال کی الجھن سے نکل کر اپنا مستقبل سنوارنے کی کوشش کی جائے۔ میرے پاس چند دن ہوئے ایک سکھ آیا اس نے کہا کہ نیکی کے معاملہ میں

بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے نفس ایک چیز کا مقابلہ کرتے کرتے ہار جاتا ہے اور انسان برائی کر بیٹھا ہے۔ میں نے بتایا کہ انسان اس لئے ناکام رہتا ہے کہ وہ ہمیشہ حال کے جھگڑے میں پڑا رہتا ہے۔ میں نے کہا کوئی حال جو بیسیوں ماضیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے کس طرح درست ہو سکتا ہے جب تک اس کے پیچھے اچھے ماضیوں کی طاقت نہ ہو اس لئے تم حال کو بھول جاؤ اور آئندہ کے لئے نیکی کی نیت کرلو تاکہ تمہارے دشمن نے تمہارے خلاف جو قلعے تعمیر کر رکھے ہیں تم مستقبل میں نیکی کی نیت کرکے اس کے خلاف قلعے تعمیر کرلو۔ جب تم مستقبل میں نیکی کی نیت کرلو گے تو دیکھو گے کہ تمہارے قلعے دشمن کے قلعے کے مقابلہ میں مضبوط ہوتے چلے جائیں گے اور ایک وقت ایسا آجائے گا کہ تم دشمن پر غلبہ پالو گے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے گُر بتائے ہیں کہ مستقبل کو کس طرح درست کیا جاسکتا ہے چنانچہ فرمایا۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ ۶ یعنی چاہئے کہ اعمال کو انسان کی خاطر کرنے کی بجائے خدا کی خاطر کرو۔ جب تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ڈھال بن جائے گا اور جب خدا تعالیٰ تمہاری ڈھال بن جائے گا تو وہ کب پسند کرے گا کہ بدی کے تیر تم پر گریں وہ تمہاری ہر طرح سے حفاظت کرے گا اور تمہیں ہر بدی سے بچائے گا کیونکہ اللہ ہی انسانی اعمال سے پوری طرح واقف ہے۔ انسان تو یہی کرسکتا ہے کہ نیت درست کرے پس تم نیتیں درست کرلو وہ تمہارے اعمال کو درست کردے گا اس طرح تمہارا مستقبل درست ہو جائے گا اور تمہارے قدم مضبوط ہو جائیں گے۔

نکاح بھی ان ہی اعمال میں سے ہے جو انسان کے مستقبل پر اثر ڈالتے ہیں اسی لئے رسول کریم ﷺ نے اس آیت کا نکاح کے لئے انتخاب فرمایا جس کا مقصد یہ ہے کہ اس عمل میں بھی نیتوں کو خدا کے سپرد کردو تاکہ تمہارے اعمال کے نتیجہ میں تمہارا مستقبل نہایت شاندار ہو۔ پس نکاح کے نتیجہ میں اگر اعلیٰ درجے کی اولاد پیدا ہو تو نکاح کرنے والا مرد اور عورت اگر وہ زندہ ہوں تو کتنے خوش ہوتے ہوں گے۔ اور اگر وہ اس وقت فوت ہو جائیں تو ان کی روحیں کس قدر مسرور ہوتی ہوں گی۔ مکہ میں زندگی بسر کرنے والے والدین رسول کریم ﷺ کی ارواح کو جب یہ علم دیا جاتا ہوگا کہ رسول کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کے ذریعہ دنیا کو کتنی عظیم الشان نعمت ملی تو انہیں کتنی خوشی ہوتی ہوگی اور وہ کتنا فخر کرتے ہوں گے۔ خاوند کی روح بیوی کی روح سے کہتی ہوگی دیکھو ہمارا اتحاد کس قدر بابرکت ثابت ہوا اور

بیوی کی روح خاوند کی روح کو سنا رہی ہوگی کہ دیکھو ہمارے اتحاد کا کتنا شاندار نتیجہ نکلا۔

یہ خطبہ پڑھنے کے بعد حضور نے اعلان نکاح کرتے ہوئے فرمایا فریقین میں یہ شرط قرار پائی ہے کہ بصورت تبدیلی عقائد احمدیت مولوی عبدالسلام صاحب یا ان کی عدم پابندی مذہب یا ان کی عدم ایفاء حقوق زوجہ مسلمہ خاتون کی درخواست پر خلیفہ وقت کو اختیار ہوگا کہ نکاح فسخ کردیں۔

(الفضل ۲۳۔ اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۴، ۵)

۱؎ الفضل ۲۲۔ اپریل ۱۹۳۷ء صفحہ ۱

۲؎ بخاری کتاب الایمان باب ماجاء ان الاعمال بالنیة والحسبة ولکل امریء مانوی.....

۳؎ الحشر: ۱۹

۴؎ "اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے...." (متی باب ۶ آیت ۲۰ بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور مطبوعہ ۱۹۹۴ء)

۵؎ الصف : ۱۳

۶؎ الحشر: ۱۹